تاج کمپنی لیمیٹڈ لاہور و کراچی

کے

خوبصورت، رنگین، عکسی، مترجم وغیر مترجم

قرآن مجید و حمائل،

تفسیر بیان القرآن، تفسیر عثمانی، تفسیر ماجدی،

اور دینی مطبوعات کمپنی کے مقرر کردہ

ہدیوں پر حاصل کیجئے۔ لاہور، کراچی اور بمبئی کی قیمتیں

یکساں ہونگی اور ایک پائی کا بھی فرق نہیں ہوگا۔

ملنے کا پتہ

ایجنسی تاج کمپنی

۱۰ مسجد اسٹریٹ بمبئی ۔ ۳

هو العلیم الخبیر

کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

عاریت / خریدا علیہ جناب مولانا محمد ثانی حسنی .....

نمبر کتاب	نام کتاب	فن	نام مصنف	مطبوعہ یا قلمی	قیمت	دستخط مہتمم کتب خانہ
۳۷۸ / ۲۹۲۷	"رضوان" جنوری لغایت دسمبر ۱۹۶۱ء	جرائد	مولانا محمد ثانی حسنی	لکھنؤ		

جلد ۵ — شمارہ ۱

مسلمان خواتین کا دینی ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جنوری سنہ ۱۹۶۱ء — رجب سنہ ۱۳۸۰ھ

مدیر:- محمد ثانی حسنی — معاون:- امۃ اللہ تسنیم

ترتیب مضامین

نمبر			صفحہ
(۱)	اپنی بہنوں سے !	مدیر	۲
(۲)	قرآن کا پیام	مولانا محمد منظور نعمانی	۷
(۳)	ارشادات رسول	محمد ثانی حسنی	۹
(۴)	نذر عقیدت (نظم)	مبارک عثمانی	۱۱
(۵)	سیدہ نفیسہ	شاذ طیبہ	۱۲
(۶)	فرماں بردار بیٹی	مولانا عبد السلام قدوائی	۱۵
(۷)	اچھی باتیں	عبد السمیع حافظ	۱۷
(۸)	عورت (نظم)	ڈاکٹر محمد احسن حیدری	۱۹
(۹)	ایک بہن کے خط کا جواب	استاذ علی طنطاوی	۲۰
(۱۰)	ماہ رجب اور اس کی رسمیں	امۃ اللہ تسنیم	۲۹
(۱۱)	سبق آموز خط	رابعہ خاتون	۳۲
(۱۲)	خبریں اور جائزے	ادارہ	۳۵
(۱۳)	ذائقہ	خ-ر-ن	۳۹

سالانہ چندہ

ہندستان کے لئے — تین روپے — پاکستان کے لئے — تین روپے آٹھ آنے — قیمت فی پرچہ — تیس نئے پیسے یا ۵/

پاکستان میں ارسال زر کا پتہ

ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات متصل خیر المدارس ملتان (مغربی پاکستان)

مقام اشاعت

دفتر ماہنامہ "رضوان" ۳۷، گوئن روڈ - لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنی بھنوں سے !

یہ شمارہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، پانچویں سال کا پہلا شمارہ ہے۔ گزرے ہوئے چار سال کے دوران ہر ماہ "رضوان" بلا ناغہ آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا رہا ہے۔ جن بھائیوں اور بہنوں کو رسالہ بعض بعض مہینہ نہیں ملا، وہ ڈاک کی خرابی، یا راستہ کی کسی اور رکاوٹ کی وجہ سے اُن تک نہ پہنچ سکا۔ جس کے لئے افسوس و ندامت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ آپ کی قدردانی اور حوصلہ افزائی نے ہماری ہمت بلند رکھی۔ آپ کی دعاؤں سے اللہ تعالےٰ نے قدم قدم پر ہماری مدد فرمائی اور عزت و سرفرازی عطا فرمائی۔ دعا ہے کہ آئندہ بھی کوششوں کی قبولیت میں اضافہ فرمائے۔

"رضوان" کا خاص نمبر (سنہ ۱۹۶۰ء) جس طرح ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور ہر طبقہ میں جس قبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا، وہ ہماری اُمید اور اندازے سے بڑھ کر ہے۔ ہم نے اس کے پیش نظر عام اشاعت سے زائد نسخے چھپوا لئے تھے لیکن چند ہی دنوں میں اس زیادتی میں بھی کمی آگئی۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ نئے خریدار بننے والوں کو خاص نمبر مہیا کر سکیں۔ اس بنا پر ہم درخواست کریں گے کہ نئے خریدار بھائی یا بہن اپنا سال خریداری جنوری سنہ ۱۹۶۱ء ہی سے شمار کریں

ہم نے، شائقین اور نفاست پسند حضرات کے ذوق کے مطابق چند نسخے سفید کاغذ پر بھی چھپوا لئے ہیں، جن کا "ٹائٹل" دبیز اور موٹا ہے، اس کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ہے جن صاحب کو ضرورت ہو وہ الگ سے اس کو قیمتاً منگوا سکتے ہیں۔

رضوان کا مقصد شروع ہی سے یہ رہا ہے کہ مسلمان گھرانوں کی عورتیں اس سے دینی فائدہ حاصل کر سکیں اور یہ رسالہ گھر گھر اخلاق و پاکدامنی، ایمان و یقین کے چراغ روشن کرے، اگر گزرے ہوئے سالوں میں کسی حد تک بھی اس نے یہ کام کیا ہے تو یہ صرف اللہ کے لطف و کرم سے ہوا ہے اور اگر کوتاہی ہوئی ہے تو یہ ہماری بے بضاعتی، غفلت اور نادانی کا نتیجہ ہے۔ رضوان کا یہ مقصد ایسے دور میں اور بھی زیادہ ضروری ہو جاتا ہے جب کہ ہر طرف سے بے حیائی اور بداخلاقی کا سیلاب امنڈتا ہوا آرہا ہو اور اسکی پشت پر دولت، قوت، حکومت، علم و عقل کی ریل پیل ہو۔ یہ دور، جس میں ہم آپ سانس لے رہے ہیں، اپنی اخلاقی اور ایمانی دیوالیہ پن سے اس عظیم مقصد اور اہم ترین ضرورت کو اور زیادہ اُجاگر کر دیتا ہے۔ اب ہمارا آپ کا کام ہے کہ اس نحیف آواز کو بلند کریں اور اخلاق و حیا کی تحریک کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔

ہمارے ملک میں جہاں ایسے لوگ اور ادارے ہیں جن کا مقصد زندگی برائی اور بداخلاقی کی اشاعت ہے جو رسالوں، اخباروں، تحریروں اور تقریروں سے بے باکی اور بے حیائی کو پھیلاتے پھرتے ہیں وہاں ایسے بھی کریکٹر والے

لوگ ... پائے جاتے ہیں جو بے حیائی کی باتوں کو برداشت نہیں کرتے اور دل و جان سے بُرا سمجھتے ہیں، تھوڑے ہی عرصہ سے ملک میں مختلف حلقوں سے یہ آواز اُٹھنے لگی ہے کہ برسرِ عام گندے پوسٹروں کا لگانا بڑے شرم و بے غیرتی کا کام ہے اس کو بند ہونا چاہیئے۔ یہ ہماری مشرقی روایات کے خلاف ہے۔ یہ آواز بڑی مبارک آواز ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہندستان میں ابھی ضمیر زندہ ہیں اور اخلاقی حس پوری طرح مری نہیں ہے، لیکن اس تحریک کو جو ہمہ گیر تائید حاصل ہونی چاہیئے وہ ابھی تک حاصل نہیں ہوئی اور ہر حلقہ سے اس کا استقبال نہیں کیا گیا۔ یہ مسئلہ ایسا تھا کہ اس میں ہر شخص کو، خواہ وہ عام آدمی ہو یا حکومت کی مشنری، حصہ لینا چاہیئے تھا، حکومت کو ایسا قانون بنانا چاہیئے تھا کہ انسانوں کے اخلاق و ضمیر، عورتوں کی حیا و پاکدامنی سے کھیلا نہ جا سکے۔ اخبارات و رسائل کو ایک زندہ تحریک بنا کر پے در پے اس کے خلاف آواز اُٹھانی تھی، عام لوگوں کو اس کے خلاف صف آرا ہونا چاہیئے تھا۔ تب یہ بڑھتا ہوا سیلاب رُک سکتا ہے، چند بار لکھ دینے سے وہ بھی چند اخبارات کے چند لفظ کہہ دینے سے کوئی خاطر خواہ فائدہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ یہ عجیب طرفہ تماشہ ہے کہ گندے افسانوں، عُریاں تصویروں سے خود سنجیدہ سے سنجیدہ اخبارات و رسائل مزین ہوتے ہیں، وہ گھر گھر پہونچائے جاتے ہیں۔ سینماؤں میں حد سے بڑھے ہوئے عُریاں پکچر دکھائے جاتے ہیں اور اس کی اشاعت کے لئے بیحد گندے پوسٹر اور قد آدم تصویریں سڑکوں اور گلیوں میں پھرائی جاتی ہیں، ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ گندے گانوں کو سُنایا جاتا ہے اور سُننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ فلمی میلوں کے ذریعہ آزادی و بے باکی کا سبق سکھایا جاتا ہے، اس طرح ساری فضا اور ماحول کو مسموم کیا جاتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے، بوڑھے، مرد و عورت ہر ایک کے

نزدیک قابل تعریف بات ہوتی ہے کہ وہ اس تباہ کُن تہذیب کو اختیار کرے۔ اس میں قصور عوام کا نہیں ہے در اصل قصور اخبارات و رسائل کا ہے، حکومت اور حکومت کے قوانین کا ہے۔ حکومت چلانے والوں کے اخلاق و کردار کا ہے، وہ جب تک ان تمام سوراخوں کو بند نہ کریں گے جن کے ذریعہ یہ تباہی آرہی ہے، اس وقت تک صرف پوسٹروں کو روکنے اور چند سوراخوں پر مکڑیوں کا جال تن دینے سے سیلاب نہیں رُک سکتا، آپ اس کاریگر کو کیا کہئے گا جو ایسی دیوار پر سفیدی کر رہا ہو، جس کی اینٹوں پر لُونا لگ چکا ہو اور اندر ہی اندر سے وہ گل رہی ہوں آج ہماری سوسائٹی کا یہی حال ہے اور ہم اوپر اوپر سے پالش کرتے رہتے ہیں اور اندر ہی اندر گھُن لگتا جا رہا ہے اور اب اتنا گھُن لگ چکا ہے کہ سفیدی بھی کام نہیں دے رہی ہے۔ اس لئے پہلے اصل دیوار کی خبر لینی چاہیئے۔ اس کے بعد سفیدی کی فکر کرنی چاہیئے۔

بہر حال ہم اس تحریک کی پوری تائید کرتے ہیں، لیکن پورے خلوص اور جذبہ کے ساتھ اپیل کرتے ہیں کہ اس پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے بلکہ اخلاق و حیا کو تباہ ہونے سے بچانے کی تمام صورتیں اختیار کرنی چاہئیں۔

اس سلسلہ میں پاکستان پر اور زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کہ وہ ایک ایسے زندہ مذہب کا ماننے والا ہے جس کے نزدیک رقص و سرود، طاؤس و رباب سے دل بہلانا، ناقابل معافی گناہ ہے اور وہ اس کو تباہی کا پیش خیمہ سمجھتا ہے۔ مگر اخباروں میں پڑھ پڑھ کر دُکھ ہوتا ہے کہ پاکستان میں رقص و سرود کی سرپرستی کی جا رہی ہے اور فلمی میلوں اور ثقافتی انجمنوں کے ذریعہ اس وبا کو عام کیا جا رہا ہے اور سب سے بڑی بے حسی کی بات یہ ہے کہ اس کے خلاف کوئی مؤثر آواز بھی نہیں اُٹھائی جا رہی ہے۔ بحیثیت ایک اسلامی بھائی کے ہم کو حق

پہنچتا ہے کہ ہم اس پر اپنی شدید بے چینی کا اظہار کریں اور پاکستانی اخبارات و رسائل اور علماء، وصوفیا، ذی اثر و صاحب دل مسلمانوں سے اپیل کریں کہ وہ للہ اپنے بچوں بچیوں، اور عام مسلمان بچوں اور بچیوں پر رحم کریں اور اسلام کے جوہر نایاب کی حفاظت کی خاطر اس تباہ کن وبا کے خلاف متحدہ طور پر اقدام کریں اور ذاتی اختلافات اور جماعتی تفرقوں کو مٹا کر ان مسائل میں متحد ہوں جو بنیادی ہیں، آج ایمان کی خیر نہیں نظر آرہی ہے اور پورے ملک میں ایسے ایسے فتنے سر اٹھا رہے ہیں جن کا وجود اسلامی بنیاد کو کھوکھلا کردے گا۔ افسوس ہے کہ اس کی طرف کم ہی توجہ کی جارہی ہے۔

ہم نے اکتوبر کے پرچہ میں اعلان کردیا تھا کہ خاص نمبر کو حفاظت سے منگانے کے لئے پچاس نئے پیسے کے ٹکٹ ارسال کئے جائیں تاکہ رسالہ رجسٹری کے ذریعہ ارسال کردیا جائے ..... خاص نمبر چونکہ ضخیم ہے اس لئے اس کو دوبارہ بھیجنا ہمارے بس کا نہ ہوگا۔ الحمدللہ کہ بڑی تعداد نے اس پر توجہ دی اور رجسٹری کی فیس ارسال کردی اور ان کو یہ رسالہ بحفاظت پہونچ گیا۔ لیکن جن لوگوں نے ادھر توجہ نہیں دی اور معمولی ڈاک پر اکتفا کیا اب خطوط آرہے ہیں کہ ان کو رسالہ نہیں پہونچا۔ ایک طرف تو ہمارا اعلان تھا۔ دوسری طرف رسالہ بھی کم پڑ گیا، ایسی صورت میں دوبارہ بھیجنا ہمارے لئے مشکل ہے اور ہر ایک کو الگ الگ جواب دینا بھی۔ تمام خریداروں کو خاص نمبر بھیجا گیا ہے جن کو نہیں پہنچا وہ گم ہونے کی وجہ سے نہیں پہونچا۔

قرآن کا پیام

مولانا محمد منظور نعمانی

وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (نحل) (ترجمہ) منع فرماتا ہے بے حیائی سے اور عام برائی سے اور ظلم و زیادتی کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو یہ نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

اسی طرح سورۂ اعراف میں جہاں بنیادی محرمات کا ذکر فرمایا گیا ہے وہاں سب سے پہلے نمبر پر "فواحش" ہی کا نام لیا گیا ہے، ارشاد ہے:-

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (اعراف)

(ترجمہ) اے رسول آپ لوگوں کو فرما دیجئے کہ میرے رب نے حرام کردیا ہے سب بے حیائی کی باتوں کو جو ان میں سے علانیہ ہوں اور جو چھپی ہوں اور اسی طرح اللہ نے حرام کیا ہے گناہ کو اور ناحق ظلم و زیادتی کو اور اس بات کو کہ تم شریک کرو اس کے ساتھ کسی بھی ہستی کو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق وہ بات کہو جس کا تمہیں علم نہیں ہو۔

ان دونوں آیتوں میں اور ان کے علاوہ جن آیتوں میں بے حیائی کی باتوں

(فحشاء یا فاحشہ یا فواحش) کی ممانعت فرمائی گئی ہے تو یہ ممانعت دراصل نہی کی شکل میں حیا اور عفت کا امر و حکم ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید نے ان باتوں سے بھی منع فرمایا ہے جو بذات خود اگرچہ بیحیائی کی باتیں نہیں ہیں لیکن ان سے بیحیائی اور اخلاقی آسودگی کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو سکتا ہو اسی بنا پر حکم دیا گیا ہے کہ نامحرم مردوں اور عورتوں کا جب سامنا ہو جائے تو دونوں نگاہیں نیچی کر لیا کریں، ایک دوسرے کی طرف نہ دیکھیں۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (نور)

(ترجمہ) اے رسول آپ ایمان والوں کو حکم دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کیلئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے اور اس طرح ایمان والی بندیوں کو آپ حکم سنا دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

خود آیت کے الفاظ سے ظاہر ہو کہ آنکھوں پر یہ پابندی حیا اور عفت و عصمت کی حفاظت ہی کے لئے لگائی گئی ہو بلکہ پردہ سے متعلق سارے احکام کی اصل نوعیت یہی ہو کہ وہ حیا اور عفت و عصمت کی حفاظت کے لئے دئے گئے ہیں۔

سورۂ احزاب میں جہاں یہ حکم دیا گیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والیوں سے جب کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگا کرو (وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ) تو وہیں اسکی حکمت اور وجہ یہ بیان فرمادی گئی ہے ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ، یہ طرز عمل تمہارے اور ان کے دلوں کو زیادہ پاک رکھنے والا ہے۔

(قرآن آپ سے کیا کہتا ہے)

ارشاداتِ رسول

محمد ثانی حسنی

عن عقبۃ ابن عامر رضی اللہ عنہ قال لقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما النجاۃ فقال املک علیک لسانک و لیسعک بیتک وابک علی خطیئتک (ترمذی)

(ترجمہ) حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو میں نے عرض کیا کہ نجاۃ کیا ہے، آپ نے فرمایا اپنی زبان روکو اور اپنے گھر پر اکتفا کرو اور اپنی غلطی پر آنسو بہاؤ۔

یہ تین صفتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی شخص بھی ان کو اپنالے تو اس کی دونوں جہاں کی زندگی بن جائے، وہ دنیا میں بھی سکون و راحت کی زندگی گزار سکتا ہے اور آخرت میں بھی خدا کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔

سب سے پہلی صفت یہ ہے کہ زبان کو قابو میں رکھا جائے، درحقیقت فساد و لڑائی، زبان درازی کی وجہ سے اکثر برپا ہوتی ہے، دنیا میں جن جھگڑوں میں یا گھرانوں میں لڑائی دنگا ہوتا ہے اس میں زیادہ تر دخل زبان کا ہوتا ہے۔ خصوصاً عورتیں اس میں زیادہ مبتلا ہوتی ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس چیز سے آپ زیادہ میرے معاملہ میں ڈرتے ہیں، آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ لی اور فرمایا اس سے۔ دوسری جگہ آیا ہو کہ آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ میں تم کو ایسی دو خصلتیں نہ بتاؤں جو

اگرچہ میزان پر ہلکی ہیں مگر میزان عمل پر بھاری ہیں۔ حضرت ابو ذرؓ نے عرض کیا ضرور یا حضرت آپ نے فرمایا زیادہ خاموش رہنا اور اچھا اخلاق اور قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ان سے بڑھ کر انسانوں نے کوئی اور عمل نہیں کیا۔

دوسری صفت اپنے مکان پر قناعت کرنا، اگر کسی کو خدا نے جھونپڑی دی ہے اور وہ اس سے زیادہ کی اہلیت نہیں رکھتا تو اس کے لئے روا نہیں کہ وہ اس سے زیادہ کی حرص کرے، آج انسانوں میں اس کی دوڑ جاری ہے، حرص و ہوس کا ایک چکر ہے جو کسی کو چین کی زندگی نصیب نہیں کرتا اور اس کا شکار ہر وقت اسی میں گھلتا رہتا ہے کہ وہ دوسروں سے آگے بڑھ جائے، اگر اس کا پڑوسی اس سے بڑے مکان میں رہتا ہے تو اس کو بھی اس سے بہتر مکان بنانا چاہیئے خواہ اس چکر میں وہ زیر بار ہو جائے، یا دوسروں کی حق تلفی ہو، اسی طرح اور دوسری چیزوں کے سلسلہ میں بھی یہی معاملہ ہے خواہ وہ مال ہو یا عزت و جاہ ہو۔

تیسری صفت یہ ہے کہ آدمی اپنی غلطی پر نادم ہو، بغیر ندامت کے کسی انسان کی غلطی دور نہیں ہو سکتی ہے، انسان اگر ظلم کرے اور اپنے ظلم پر نادم نہ ہو کسی کی حق تلفی کرے پھر اس پر نہ پچھتائے۔ خدا کی نافرمانی کرے اور کبھی اس نافرمانی پر آنسو نہ بہائے تو وہ کیسے اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔ اس طرح پر گناہوں کی زیادتی ہو گی، ظلم و فساد بڑھے گا اور صلاح و تقوے ختم ہو جائے گا، اس لئے ضروری ہے کہ آدمی سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ہوش میں آنے کے بعد اس کو ندامت ہو اور وہ اپنے کیے پر پچھتائے اور توبہ کرے، غلطیوں پر رونا اور آنسو بہانا خدا سے مغفرت کا طالب ہونا ہی سچی توبہ ہے اور توبہ سے گناہ بالکل دھل جایا کرتے ہیں۔

نذرِ عقیدت

مبارک عثمانی

یہ شوقِ فراواں کا اثر دیکھ رہا ہوں
دربارِ نبی پیشِ نظر دیکھ رہا ہوں

آنکھوں میں بسے ہیں رُخِ محبوب کے جلوے
ایک نور کا عالم ہے جدھر دیکھ رہا ہوں

شوریدگیِ عشق پر قابو نہیں چلتا
بے رختِ سفر، عزمِ سفر دیکھ رہا ہوں

اک عمر سے دل حسرتِ دیدار لئے ہے
مدت سے تری راہ گزر دیکھ رہا ہوں

کب میری طرف اُٹھتی ہے پھر لطف و کرم سے
سرکارِ دو عالمؐ کی نظر دیکھ رہا ہوں

مہجور مدینہ ہوں غمِ ہجر نہ پوچھو
بے کیف ہر اک شام و سحر دیکھ رہا ہوں

جو کھل نہ سکے آپ کے دامن کی ہوا سے
اُن پھولوں کو ہمرنگِ شرر دیکھ رہا ہوں

انوارِ رہِ سرورِ کونینؐ میں گم ہوں
طے مرحلۂ قلب و نظر دیکھ رہا ہوں

ہر لحظہ نئی برقِ تجلی ہے مبارک
اللہ کے محبوب کا گھر دیکھ رہا ہوں

نثار فاطمہ

سیدہ نفیسہ

اسلام کی آغوش تربیت میں ہزاروں کی تعداد میں باکمال خواتین پروان چڑھی ہیں، سیکڑوں عالم ہوئیں تو سیکڑوں اللہ والیاں "رضوان" کے صفحات پر گاہے بہ گاہے اسلامی خواتین کے حالات زندگی شائع ہوتے رہے ہیں، آج ایک ایسی بزرگ خاتون کا تھوڑا سا حال لکھا جا رہا ہے جو علم و فضل میں بھی ممتاز تھیں اور تقوے و طہارت میں بھی کمال رکھتی تھیں اور حسب و نسب کے لحاظ سے بھی اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھیں، وہ تھیں سیدہ نفیسہ، یہ بزرگ خاتون حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں، ان کے شوہر حضرت اسحٰق مؤتمن جعفر صادق کے صاحبزادے اسحاق تھے، اس سے اندازہ ہوگا کہ ان کا گھرانہ کتنا بلند مقام رکھتا تھا۔ ایسے گھرانے کی تربیت یافتہ خاتون ظاہر ہے کہ معزز عالی مرتبت ہوگی، سیدہ نفیسہ کے والد محترم حضرت حسن بن زید عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے، وہ پانچ سال گورنر رہے لیکن کسی بات پر بادشاہ ناراض ہوگیا اور ان کو قید کر دیا، بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے مہدی نے حضرت حسنؓ کو آزاد کیا اور پھر ان کو گورنری دے دی۔

سیدہ نفیسہ اپنے والد کی تربیت و تعلیم سے علم و فضل کے بلند مقام پر پہونچ گئیں اور صرف علم و فضل نہیں بلکہ صلاح و تقوے کا امتیاز بھی حاصل کیا، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ جو ایک بڑے امام گزرے ہیں، جب مصر میں

آئے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث شریف حاصل کی، جس بزرگ خاتون سے ایک بڑا جلیل القدر امام حدیث سُنے تو آپ سمجھئے کہ وہ خاتون کتنی بڑی عالم و فاضل ہوگی، جب امام شافعیؒ کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ سیدہ نفیسہ کی خدمت میں لایا گیا اور آپ نے اپنے گھر میں امام شافعیؒ کے جنازہ پر نماز جنازہ ادا کی۔

سیدہ نفیسہ حق بات کہنے میں بھی بہت جری تھیں، مشہور ہے کہ ایک بادشاہ کے ظلم و ستم سے سارے باشندے نہایت عاجز اور پریشان تھے ان باشندوں پر بادشاہ نے زندگی تنگ کر رکھی تھی، عاجز ہو کر یہ لوگ سیدہ نفیسہ کی خدمت میں آئے اور ان سے ظالم بادشاہ کی شکایت کی، سیدہ نفیسہ نے کہا، اچھا جب بادشاہ کی سواری گزرنے لگے تو مجھ کو بتانا، کچھ عرصہ کے بعد ان کو خبر کی گئی کہ بادشاہ فلاں راستے سے گزر رہا ہے، وہ پہلے سے پہنچ گئیں، جب بادشاہ سامنے سے گزرا تو اس کو روک کر باشندوں کی تکلیف بیان کی اور کھرے کھرے الفاظ میں بادشاہ کو سخت سُست کہا اور عذاب آخرت سے ڈرایا، چونکہ سیدہ نفیسہ کی زبان میں اثر تھا اور درد و اثر میں ڈوبے ہوئے الفاظ ان کی زبان سے نکل رہے تھے، اس لئے وہ بادشاہ جو پتھر جیسا دل رکھتا تھا دم بخود ہوگیا، اس نے کبھی کسی مرد سے ایسی جرأت کی بات نہ سُنی تھی چہ جائیکہ عورت سے اس کو جب معلوم ہوا کہ یہ کہنے والی خاتون سیدہ نفیسہ ہیں تو اپنی گردن جھکا دی اور اقرار جرم کر کے وعدہ کیا کہ اب میں ظلم نہ کروں گا۔

سیدہ نفیسہ کے علم و فضل کا اثر مصری باشندوں پر بہت تھا، وہ لوگ سیدہ نفیسہ پر اپنی جان چھڑکتے تھے، ان سے دعائیں کراتے، ان کی عزت کرتے، جب

سیدہ نفیسہ کا انتقال ۲۰۸ھ میں ہوا تو ان کے شوہر اسحاق بن جعفر الصادق نے انکی نعش کو مدینہ منورہ لے جانا چاہا، جہاں ان کے اور خاندان والے خاک نشین تھے تو مصری باشندوں نے آکر اصرار کیا کہ ان کو یہیں دفن کیا جائے اور یہ مبارک و معظم ہستی مصر ہی کی خاک میں آرام کرے، شوہر محترم اس پر راضی ہو گئے اور سیدہ نفیسہ قاہرہ کے قریب ایک جگہ پر جہاں اُن کا قیام تھا سپرد خاک کر دی گئیں، اس مقام کو درب السباع کہا جاتا ہے۔ اب صرف ان کا مزار باقی ہے اور بقیہ آبادی ختم ہو گئی، لیکن ان کا مزار مرجع خلائق بن گیا اور وہ خود اچھی خاصی آبادی کا مرکز بن گیا جس طرح آج ہندستان میں قبر پرستی بہت ہے، اسی طرح مصر میں بھی شرک و بدعت کا زور ہے، عام طور پر لوگ سیدہ نفیسہ کی قبر پر جا جا کر دعائیں مانگتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے مزار پر دعائیں مانگنے سے دعا ضرور قبول ہوتی ہے، ان کے مزار پر آنے جانے والوں کا ازدحام رہتا ہے، آج بھی مصری ان پر اتنے ہی فدا ہیں جتنے کہ ان کی زندگی میں تھے، کتنی مبارک تھی ان کی زندگی کہ بڑے بڑے علماء اور فضلاء ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے تھے اور عوام احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے اور کتنی مبارک تھی ان کی موت کہ ہر ایک ان کو اپنے یہاں جگہ دینا فخر کی بات سمجھتا تھا اور اتنی مدت گزر جانے کے بعد بھی ان کی عزت و احترام میں فرق نہیں آیا اور آج بھی لوگ جوق در جوق ان کے مزار پر جا جا کر دعا مانگتے ہیں، حالانکہ قبر پرستی شرک ہے اور شرک بڑا بھاری گناہ ہے لیکن اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنی بڑی ہستی تھی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو غلط طریقے سے بچائے اور انکی حقیقی قدر و قیمت پہچاننے کی توفیق دے، حقیقی قدر و قیمت یہی ہے کہ جو راستہ انھوں نے اختیار کیا تھا وہی راستہ ہم بھی اختیار کریں تاکہ ہم سے بھی اللہ راضی ہو۔

مولانا عبد السلام قدوائی ندوی

فرمانبردار بیٹی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ایک بڑے ہی مخلص نیک اور وفادار صحابی تھے۔ جُلیبیب اُن کا نام تھا، ان کے اخلاص اور سعادت مندی کی بنا پر آنحضرت انھیں بہت محبوب رکھتے تھے، محنت مشقت کر کے اپنی زندگی بسر کرتے تھے، آنحضرتؐ نے محسوس کیا کہ اُن کے سکون خاطر اور آرام کے لئے ضرورت ہے کہ اُن کی شادی کہیں کر دی جائے، غربت کی وجہ سے کوئی اُن کے ساتھ رشتہ کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ایک دن ایک انصاری حضرتؐ کے پاس آئے اور یہ ذکر کیا کہ میری لڑکی خاصی بڑی ہو گئی ہے۔ کوئی مناسب شخص آپ کے ذہن میں ہو تو فرمائیے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تمھیں پیغام دوں تو کیا تم منظور کرو گے؟ انھوں نے عرض کیا میرے لئے اس سے بڑھ کر عزت اور شرف کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ آپ میرے یہاں پیغام بھیجیں، آپ نے فرمایا کہ میں اپنے لئے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ میں جلیب کے لئے پیغام دے رہا ہوں۔ جلیب کی مالی حالت بہت ہی خراب تھی، سوسائٹی میں اُن کی کوئی حیثیت نہ تھی، اس لئے اُن صاحب کو تأمل ہوا، مگر فوراً انکار مناسب نہ معلوم ہوا۔ اس لئے عرض کیا کہ میں لڑکی کی ماں سے کہوں گا، جیسی رائے ہو گی آپ کو اطلاع دوں گا، گھر پہونچ کر انھوں نے بیوی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھاری بیٹی کے لئے پیغام دیا ہے، ماں نے خوش ہو کر کہا

زہے قسمت کہ حضرتؐ نے ہمیں اس لائق سمجھا اور اپنا پیغام ہمارے یہاں بھیجا انصاری نے کہا تم سمجھتی ہو کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے لئے کہا ہے۔ بیوی نے کہا۔ پھر کس کے لئے؟۔ کہا۔ جُلیب کے لئے۔ جلیب کا نام سُن کر بیوی کو بہت مایوسی ہوئی اور کہنے لگیں کہ جلیب جیسے فقیر اور بے حیثیت شخص سے بھلا کون اپنی بیٹی بیاہے گا۔ انھوں نے کہا۔ خیال تو میرا بھی یہی ہے مگر میں فوراً حضرتؐ کو جواب نہ دے سکا اور تم سے مشورہ کا ذکر کر کے چلا آیا۔ اب تمھاری بھی یہی رائے ہے تو اب جاکر حضرتؐ سے کہے دیتا ہوں کہ جُلیب کے ساتھ لڑکی کی شادی کی صلاح نہیں ہو رہی ہے"۔

یہ کہہ کر وہ گھر سے باہر جانے لگے۔ ابھی دروازہ سے باہر قدم نکالنے نہیں پائے تھے کہ آواز آئی ٹھہر جائیے۔ انھوں نے سُنا کہ لڑکی کہہ رہی ہے:۔

"آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات ٹالیں گے، یہ ہرگز زیبا نہیں ہے کہ ہم حضرتؐ کے پیغام کو رد کر دیں، آپ جائیے اور عرض کیجئے کہ آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر ہے۔ جسے آپ نے مناسب سمجھا اسے ہم بھی پسند کرتے ہیں۔ میں جلیب کے ساتھ خوشی سے شادی کرنے کو راضی ہوں"۔

لڑکی کے اس فیصلہ کے بعد ماں اور باپ بھی راضی ہو گئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع کر دی اور آپ نے جلیب کے ساتھ اس لڑکی کی شادی کر دی۔ جلیب جب تک زندہ رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بڑا خیال رکھتے رہے اور جب غزوہ میں شہادت پائی تو آپ نے اُنکی بڑی تعریف فرمائی اور اپنے ہاتھ سے ان کی لاش اُٹھا کر قبر میں رکھی۔

عبدالسمیع حافظ

اچھی باتیں

خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی تنہائی میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر تنہائی میں کرتا ہوں اور جو کوئی میرا ذکر مجمع میں کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر مجمع میں اور اس سے بہتر مجمع میں کرتا ہوں۔ غور کیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی عنایت، رحمت اور مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندے کو یاد کرتا ہے۔ ذرا اندازہ کیجئے اس بندے کی عزت کا کہ جس کو یہ مقام حاصل ہو گیا ہو۔ بندے کے لئے کتنا مسرور کُن ہے یہ خیال کہ اس کا مالک اور آقا اس کو یاد کر رہا ہے۔

اسلام وہ سیدھا اور صاف راستہ ہے جو آدمی کو اللہ کے قریب لے جاتا ہے، انسان جس قدر اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہوتا جاتا ہے اسی قدر یہ راستہ طے ہوتا جاتا ہے اور رضائے الٰہی کی منزل قریب آتی جاتی ہے۔

انسان جب اللہ کے مقابلے میں عاجزی اختیار کرتا ہے اور اس کا دل عاجزی اور فروتنی سے بھر جاتا ہے تو اس کا اثر لازماً پوری زندگی پر پڑتا ہے، اور پھر انسان اپنی زندگی کے ایک ایک کام میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کا متلاشی رہتا ہے۔ پھر وہ یہ دیکھتا ہے کہ میرا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا، ہنسنا، بولنا، لینا دینا اللہ کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر اس کے سارے کام اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں تو ان پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اللہ کی

مرضی کے مطابق نہیں ہوتے تو اسکی مرضی کے مطابق بنانے کی سعی وجہد کرتا رہتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے تقرب کی جو راہ بندوں کو بتائی ہے، وہ اسی دنیا کی زندگی کی شاہراہ سے ہو کر گزرتی ہے۔ آدمی کا یہ زندگی گزارنا گویا اس راستے پر سفر کرنا ہے اس شاہراہ پر چلنا ہے، اگر اس نے زندگی میں اچھے کام کئے تو گویا اس نے صحیح سمت سفر کو اختیار کیا، جس کا نتیجہ کامیابی اور کامرانی ہے اور اگر اس نے اس گزرگاہ حیات میں غلط راستہ اختیار کیا یعنی غلط کام کئے، برائیوں میں زندگی گزاری تو اس نے سمت سفر غلط اختیار کی جس کا انجام لازماً تباہی اور بربادی ہے۔

اللہ کے نیک بندوں کی زندگی عام لوگوں سے کچھ الگ ہی ہوتی ہے، جو لوگ اللہ کا خوف کرنے والے اور اس کے تمام احکام پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں، انکی شان تو یہ ہوتی ہے کہ برا خیال جب بھی ان کے دل میں آتا ہے تو وہ تڑپ جاتے ہیں، وہ برے خیالات واعمال کے عادی نہیں ہوتے، اس لئے یہ تمام چیزیں (برے خیالات، غلط کام اور بری خواہشات) ان کے مزاج کے خلاف ہوتی ہیں۔ اور وہ ان تمام چیزوں سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہر شخص کو روزانہ سونے سے پہلے اپنے دن کے تمام کاموں کا جائزہ لینا چاہیئے کہ میں نے آج کون سے اچھے کام کئے اور کون سے برے، پھر جو اچھے کام کئے ہوں تو ان پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ان نیک کاموں کی توفیق بخشی اور برے کاموں سے توبہ اور ان کی تلافی کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ڈاکٹر محمد احسن حیدری احسن الہ آبادی

۳۲۸
۲۹۲۷۴

عبرت

تم بہارِ بے خزاں ہو، زندگی تم ہی سے ہے
باغِ عالم میں سرور و تازگی تم ہی سے ہے
پھول کی مانند ہو تم پھول ہی بن کر رہو
شاخِ گل سے ٹوٹ کر مت دھول میں آخر ملو

یہ نظامِ کائنات زیست کا دستور ہے
مٹ گیا جو مرکزِ انسانیت سے دور ہے
تم جو چاہو تو ہر اک انساں کی راہیں موڑ دو
خواہشاتِ نفس کی ساری رگوں کو توڑ دو

عصمت و اخلاص کی یہ شمع جلا سکتی ہو تم
اور برائی کے چراغوں کو بجھا سکتی ہو تم
ہر طرف چھائی ہوئی ہیں ذلت و رسوائیاں
لے رہے ہیں فتنے گودوں میں تری انگڑائیاں

ہوش میں آجا مقامِ زندگی پہچان لے
احسنِ خستہ جگر کی بات یہ تو مان لے

ترجمہ و تلخیص سید محمود الحسن ندوی
استاذ علی الطنطاوی

ایک ہندو کے خط کا جواب

"لیلیٰ" نامی ایک خاتون نے میرے پاس ایک خط بھیجا ہے جس میں میری ایک ریڈیائی تقریر پر تبصرہ کیا گیا ہے جو میں نے دمشق ریڈیو سے "شادی اور محبت" کے عنوان پر کی تھی۔

صاحبزادی جو تہذیب حاضر اور جدید تعلیم کے ہتھیاروں سے پوری طرح لیس معلوم ہوتی ہیں، اپنے اس خط میں مجھے غیر مہذب، رجعت پسند، صنف نازک کا دشمن، آزادئ نسواں کا مخالف اور پرانے زمانہ کی تہذیب کو دوبارہ زندہ کرنے والا قرار دیا ہے، جس میں باپ پورے خاندان کا ڈکٹیٹر یعنی تنہا حکمران ہوا کرتا تھا۔

یہ ساری عزت افزائی محض اس لئے ہے کہ میں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ "باپ اس بات کے لئے ہرگز مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنی بیٹی کو ہر اس نوجوان کے سپرد کر دے جو اس کے پاس آکر کمال بے حیائی سے کہے "میں آپ کی لڑکی سے محبت کرتا ہوں"۔ یا پھر خفیہ طور سے پس پردہ لڑکی سے ملے اور اپنی چکنی چپڑی باتوں سے اسے فریب دے کہ میں ہی تیرا بہترین رفیق زندگی ثابت ہو سکتا ہوں تاکہ لڑکی اس طرف مائل ہو جائے۔

صاحبزادی آگے چل کر فرماتی ہیں "آخر محبت کرنے میں حرج ہی کیا ہے؟

لڑکی اگر بے پردہ باہر نکلے تو اس میں کون سی خرابی آجاتی ہے؟ رقص کرنے یا ساحل سمندر پر غسل کا لباس پہن لینے سے کون سا عیب لگ جاتا ہے؟ عیب یا برائی تو اس وقت ہو جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے، بکثرت ایسی فنکار بہنیں ہیں جو ہماری شریف ترین خواتین سے کہیں زیادہ پاکدامن اور باعزت ہیں"۔ وغیرہ وغیرہ۔

پہلے تو میرا جی چاہا کہ اس خط کو پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دوں لیکن پھر خیال آیا کہ اس ٹیڑھی منطق میں یہی صاحبزادی نہیں گرفتار ہیں، بلکہ بکثرت خواتین کا ذہن اسی نرالے انداز سے سوچتا ہے، اس لئے ٹھنڈے دل سے اس مسئلہ پر غور کر کے جواب دینا ہوگا، لہٰذا آج کی صحبت میں اسی نرالے انداز فکر کو سمجھئے، میں ان صاحبزادی کی طرح جذبات میں بہہ کر گالی گلوچ پر اترنا نہیں چاہتا بلکہ دلائل و براہین سے انھیں قائل کرنا چاہتا ہوں، اس سلسلہ میں روایتی دلیلوں کے بجائے عقلی دلائل دوں گا، کیونکہ میرا خطاب اس وقت صرف مسلمانوں ہی سے نہیں ہے بلکہ بلا تفریق تمام سامعین سے ہے جن میں ہر طرح کے لوگ شامل ہیں۔

صاحبزادی محترمہ فرماتی ہیں "میں غیر مہذب ہوں"۔ سب سے پہلے میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تہذیب ہے کیا؟

تہذیب و تمدن یہی تو ہے نا کہ تمام انسان باہمی تعاون اور اشتراک سے رہیں کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے، ہر شخص اپنی آزادی کے مقررہ حدود سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرے تاکہ پڑوسیوں کی حق تلفی نہ ہو اور سب کے سب اجتماعی زندگی کے ان اصولوں کا خیال رکھیں جن سے سب کو فائدہ کی توقع ہے۔

اگر کوئی شخص تنہا کسی ایسے ساحل پر ہو جو لوگوں کی گزرگاہ سے دُور ہو، اور کوئی اسے دیکھ نہ سکے تو وہ سمندر میں ننگا بھی نہا سکتا ہے اور اسے حق ہے کہ اپنی فطری آزادی سے جس طرح چاہے لُطف اندوز ہو لیکن بھرے بازار میں کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ عُریاں جسم کے ساتھ وہاں آئے اور کہے "میں تو آزاد ہوں"۔ کیونکہ سوسائٹی اور تمدن نے اس کی آزادی کی ایک حد مقرر کردی ہے۔

آبادی سے دور پہاڑ کی چوٹی پر زندگی کی فکروں سے آزاد نوجوان چاہیں تو ڈھول تاشے بجا بجا کر خوب شور و شغب برپا کریں، لیکن اسپتالوں کے اندر، یونیورسٹیوں کے کلاس روم میں استاد کی موجودگی میں وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکتے، کیونکہ پہاڑ کی چوٹی پر بسنے والے اکیلے انسان کی آزادی، تہذیب تمدن اور سوسائٹی کی گرفت میں آنے کے بعد بہت کچھ محدود ہوجاتی ہے۔

اس لئے جو شخص "یاران ہم مذاق" کو جمع کرکے اپنے کوٹھے پر آدھی رات کو رقص و سرود کی محفل منعقد کرے اور پاس پڑوس کے سونے والوں کی نیند حرام کرے، بیماروں کو پریشان کرے وہ ہرگز متمدن اور مہذب نہ ہوگا، اسی طرح اگر کوئی صاحب اپنے تھکے ہوئے دل و دماغ کو تازگی بخشنے کے لئے پوری قوت سے ریڈیو کھول دیں اور اپنے ساتھ ساتھ پاس پڑوس کے دس بیس گھروں کے سکون پسند لوگوں کی سمع خراشی کریں تو وہ بھی مہذب نہ کہلائیں گے، کیونکہ تہذیب یافتہ انسان اپنی آزادی کا استعمال پڑوسیوں کی آزادی میں خلل انداز ہونے کے لئے نہیں کرتا بلکہ آزادی سے وہ اس حد تک لطف اندوز ہوتا ہے جس حد تک دوسروں کے لئے باعث تکلیف نہ ہو، اس لئے وہ نوجوان جو دوسروں کی بہو بیٹیوں کے حُسن و جمال سے ان کی مرضی کے خلاف لطف اندوز ہونے کے لئے

اپنی فطری آزادی کا سہارا لیتا ہے وہ ہرگز مہذب نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ تہذیب کا مفہوم آزادی کی تحدید ہوا کیونکہ مطلق اور غیر مشروط آزادی تو صرف پاگلوں اور مجنونوں کے لئے ہوتی ہے۔ پاگل جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، سڑکوں پر ننگا چلتا ہے، لوگوں کے گھروں میں گھُس جاتا ہے۔ بہو بیٹیوں پر نظر بازی اور دست درازی کرتا ہے، مارتا ہے، گالیاں دیتا ہے، توڑ پھوڑ کرتا ہے، جہاں تک مہذب انسان کا تعلق ہے تو اس کے سامنے صرف اپنی ہی زندگی نہیں ہوتی بلکہ اس کے سامنے پورے معاشرے کی راحت و آرام کا مسئلہ ہوتا ہے، وہ ہر اُس چیز سے بچتا ہے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو، خواہ یہ تکلیف مادی ہو یا روحانی یعنی نہ تو وہ کسی پر ظلم کرنا پسند کرتا ہے نہ ان کی راحت، ان کی آزادی اور انکی عزت پر حملہ کرنا چاہتا ہے

اب آیئے ذرا ہم بے پردگی اور عریانیت پر غور کریں، کیا واقعی پردہ پوشی رجعت پسندی اور انحطاط ہے اور بے پردگی، ترقی پسندی اور عروج ہے جیسا کہ ان صاحبزادی "لیلےٰ" کا خیال ہے۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے انسان شروع میں ننگا رہتا تھا لیکن جب تہذیب و تمدن سے آشنا ہوا تو کپڑے پہننے لگا اور پردہ پوشی اختیار کی، اس لئے دراصل بے پردگی اور عریانی ہی رجعت پسندی ہے اور پردہ عین ترقی پسندی کی علامت ہے۔ تمام جانور ننگے رہتے ہیں۔ گدھے یا خچر کو کبھی آپ نے کپڑے پہنے دیکھا ہے، چنانچہ جو کم عقل ہمیں عُریانی کی دعوت دیتے ہیں وہ دراصل خچر بلکہ گدھے سے بھی بدتر بنانا چاہتے ہیں کیونکہ پالتو گدھے کے اوپر بھی اس کا

مالک کوئی نہ کوئی کپڑا یا کاٹھی وغیرہ ڈال دیتا ہے۔

رہا یہ الزام کہ میں عورتوں کا دشمن ہوں تو اس کے بارے میں تو صرف اتنا کہوں گا کہ معاذ اللہ! میں کسی خاتون کا لڑکا ہوں، کسی خاتون کا شوہر ہوں کسی کا باپ ہوں، کسی کا دادا اور کسی کا بھائی ہوں۔ تو کیا میں اپنی ماں، اپنی بیوی، اپنی بیٹی، اپنی پوتی اور اپنی بہن سب کا دشمن ہوں؟ یہ کیسی بے تکی بات ہے۔

نہیں۔ نہیں۔ میں تو عورتوں کا دوست ہوں، ان کے لئے بھلائی، اور سعادت کا متمنی ہوں اور انھیں چوروں سے۔ ہاں۔ عصمت کے چوروں سے انھیں بچانا چاہتا ہوں۔ میں ہر خطہ کی صنف نازک کا بہی خواہ ہوں۔ محض اس لئے "لیلیٰ" صاحبہ مجھے عورتوں کا دشمن تصور کرتی ہیں کہ میں نے ان کے ہاتھ میں زہر ہلاہل کا شہد آمیز جام دیکھا تو ان سے بے ساختہ کہہ اٹھا۔ ہائیں اسے نہ پیو یہ زہر ہے۔

لیلےٰ صاحبہ! کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں عورت کو زہر کا وہ پیالہ پی لینے دوں؟

آپ فرماتی ہیں" اس میں حرج ہی کیا ہے کہ لڑکیاں بے پردہ نکلیں، رقص گاہوں میں رقص کریں اور ساحل سمندر پر غسل کا عریاں لباس پہنیں؟ برائی تو صرف اس وقت ہے جب کوئی واقعی برا کام کرے۔

محترمہ! آپ پہلے یہ بتائیے کہ آپ کے نزدیک عیب، یا برائی کہتے کسے ہیں اور اس کا معیار کیا ہے؟ ایک فنکارہ آپ کے نزدیک کیونکر شریف ہو سکتی ہے جب کہ وہ رقص بھی کرتی ہے، مردوں کے سامنے بے حجاب بھی ہو جاتی ہے، ان کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی اور پیتی پلاتی بھی ہے، ان کی دست درازیوں کا

استقبال بھی کرتی ہے۔ کیا آپ کے نزدیک عیب صرف اس منزل کا نام ہے جب دامنِ عصمت و عفت ہر طرح تار تار ہو جائے؟

کیا یہ عیب نہیں ہے کہ عورت غیر مرد کے ساتھ بے حجابانہ اٹھے بیٹھے؟ کیا یہ بھی عیب نہیں ہے کہ مردوں کے سامنے رقص کرے اور اپنے نیم عریاں جسم کو اس طرح حرکت دے کہ جسم کی تراش و خراش نمایاں ہو جائے۔ کیا اس میں سے کوئی چیز عیب نہیں ہے؟

عزیز صاحبزادی! مجھے تمہارے اس علم پر حیرت ہے، آخر یہ خیالات تم تک پہونچے کس طرح؟

یہ خیالات و افکار ہمارے لئے بالکل نامانوس ہیں، اس علاقے کے رہنے والے جس مذہب کے پیرو ہیں، وہ بھی ان سے ناآشنا ہے۔ ہمارے رسم و رواج اور ہماری تہذیب میں بھی ان کی کوئی جگہ نہیں۔

اسلام، عیسائیت اور یہودیت تینوں مذاہب بے پردگی کی تحریم کے قائل ہیں، اگر یقین نہ ہو تو مفتیوں، پادریوں اور یہودی پیشواؤں سے پوچھ لو۔ سب یہی کہیں گے کہ غیر مرد کے سامنے عورت کو گلا، باہیں اور پنڈلیاں کھولنا جائز نہیں ہے۔ میرے گھر کے راستے میں فرانسیسیوں کا ایک گرجا ہے میں دیکھتا ہوں عیسائی عورتیں جب اس کے اندر جاتی ہیں تو دوپٹے اور لمبے لمبے لبادے پہن لیتی ہیں، نہ تو پنڈلیاں کھلتی ہیں اور نہ باہیں تو کیا خدا انھیں صرف گرجے کے اندر ہی دیکھتا ہے باہر نہیں دیکھ سکتا؟

اس وقت میرے سامنے ۵ اگست سنہ ۱۹۶۰ء کا مصری روزنامہ "الاخبار" موجود ہے، اس میں شاہ سرخی پر یہ عبارت ہے "روم کے اولمپک کھیلوں کے

موقع پر عورتوں مردوں کا اختلاط ممنوع ـــ عورتوں کے کھیل کے میدان کے چاروں طرف آٹھ فٹ اونچی خاردار تاروں کی دیوار" ـــ اس سرخی کے تحت ان اقدامات کی تفصیلات دی گئی ہیں جو عورتوں کے کھیل کے میدان میں مردوں کا داخلہ روکنے کے لئے کئے گئے تھے۔

کیا ہم سے زیادہ یہ لوگ عورتوں کے محافظ اور غیرت دار ہیں؟ ہم عربوں سے بھی زیادہ جو اپنی غیرت، شرافت، مردانگی اور عزت و عفت کے لئے مشہور ہیں؟ جن لوگوں نے مغربی ممالک کا مشاہدہ کیا ہے اور وہاں رہے ہیں، بتاتے ہیں کہ پیرس میں بھی جو بے حیائوں و بدکاریوں کا اڈہ ہے اب تک کچھ ایسے خاندان بستے ہیں جو اپنی لڑکیوں کو تنہا نہیں نکلنے دیتے اور کسی نوجوان کے ساتھ چلنے اور بے حیائی کا لباس پہننے سے روکتے ہیں۔

جی ہاں۔ سامعین کرام۔ پیرس میں۔ اس کے بعد بھی محترمہ لیلےٰ فرماتی ہیں کہ لڑکیوں کے لئے ناچنا یا ساحل پر غسل کا لباس پہننے میں کوئی عیب نہیں ہے۔

تم کہتی ہو میں تمھیں باپ کی حاکمیت اور ڈکٹیٹرشپ کے دور کی طرف لے جانا چاہتا ہوں۔ کاش ایسا ممکن بھی ہوتا، کاش باپ کا اقتدار لوٹ آتا۔ کاش ..... کاش .....

کیا اب بھی باپ کی حکمرانی باقی ہے؟ کیا خانگی معاملات میں اُن کا کچھ بھی اقتدار ہے۔

قابل رحم ہے باپوں کی حالت۔ قابل رحم اس لئے کہ انھوں نے اپنا اقتدار اور اپنا مرتبہ کھو دیا۔

باپ کی حیثیت اب اس بادشاہ کی جیسی ہے جو تخت و تاج سے معزول کر دیا

گیا ہو۔ واقعی باپ کی حالت قابل رحم ہے، کیونکہ انھوں نے اپنے کو آخرت کے دردناک عذاب کا کندہ بنایا ہے۔ خدا نے یہ امانت ان کے سپرد کی تھی اور انھیں چرواہے کی طرح گلے کا ذمہ دار بنایا تھا، ان سے کہا تھا اگر تم نے اسے ضائع کر دیا یا اسکے ساتھ غفلت برتی تو تم کو آگ کا عذاب دیا جائے گا۔ اور جہنم میں داخل کر دیا جائیگا۔

انھوں نے اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو خوش کرنے کے لئے خود کو آگ کے عذاب کے لئے پیش کر دیا ہے۔ کیا ان کی حالت واقعی قابل رحم نہیں ہے

محترمہ! آپ فرماتی ہیں سبھی لوگ ایسے ہیں۔

یہ سراسر جھوٹ ہے، سب لوگ اس طرح کے نہیں ہیں۔ نہیں نہیں محترمہ پچیس فی صدی بھی نہیں، دس فیصدی بھی نہیں بلکہ ہزار میں ایک بھی ایسا نہیں ہے۔ لوگ اب بھی بفضل خدا اچھائیوں کو سمجھتے ہیں اور نیک کاموں پر جمے ہوئے ہیں۔ اس طرح کا غلط دعوےٰ کر کے خدارا لوگوں پر ظلم نہ کرو۔

لیکن اگر تمھارا ہی کہنا صحیح مان لیا جائے تو تم سے کس نے کہا ہے کہ تم ایسے لوگوں کی تقلید شروع کر دو؟

عقلمند آدمی کو تو اپنے دین اور عقل کی پیروی کرنی چاہیئے، اگر کسی دن تم کچھ لوگوں کو پہاڑ پر چڑھتے دیکھو اور تم بھی ان کے پیچھے ہو جاؤ لیکن اگر وہ لوگ پہاڑ کی چوٹی پر پہونچ کر نیچے کود پڑیں اور مر جائیں تو کیا تم بھی ان ہی کی طرح پہاڑ پر سے کود پڑو گی؟

تم کہہ سکتی ہو کہ یہ مثال تو بالکل فضول ہے۔ کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ بہت سے لوگ پہاڑ پر سے کود کر جان دے دیں۔؟

ٹھیک، وہ پہاڑ پر نیچے وادی میں جان دینے کے لئے نہیں کود سکتے

لیکن دوزخ کی آگ میں تو کود رہے ہیں۔

لوگ جہنم کی آگ میں کودنے کے لئے سبقت کر رہے ہیں، اگر تم ان کے ساتھ پہاڑ پر سے کودنے کے لئے تیار نہیں تو کیا جہنم کی آگ میں کودنے کے لئے لوگوں کی پیروی کرو گی؟

خدا کی قسم یہ واقعہ اور مشاہدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ (آپ کی انتہائی خواہش کے باوجود بہت سے لوگ ایمان نہ لائیں گے) — یہ بھی فرماتا ہے:-

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اگر تم اطاعت کرو گے اکثر لوگوں کی تو وہ تم کو ہٹا دیں گے اللہ کے راستہ سے)

اس لئے معصیت کو لوگوں کی تقلید میں کرنا حد درجہ بدعقلی ہے، عقلمند وہی ہے جو دین اور عقل کی پیروی کرتا ہے، اس کے برعکس وہ شخص کبھی عاقل نہیں کہلایا جا سکتا جو ہر کس و ناکس کی اتباع کرے اور کہے "اگر لوگ نیکی کریں گے تو میں بھی نیکی کرونگا اور اگر برائی کریں گے تو میں بھی برائی کروں گا"۔

اگر لوگوں کی تقلید کوئی اچھی چیز ہوتی تو ابتدائے اسلام میں شرک ایمان سے زیادہ افضل ہوتا کیونکہ ایمان و اسلام اس زمانہ کے لوگوں کیلئے ایک اجنبی اور نامانوس چیز تھی جس کے تسلیم کرنے والوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صرف حضرت ابوبکرؓ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت علیؓ ہی تھے جب کہ سارے کے سارے لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

غرض کہ مختار مسیلمہ جو کچھ فرماتا ہے وہ قطعاً قابل قبول نہیں ہے، یا یوں کہئے کہ اسے مجنوں شخص کے علاوہ کوئی تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس لئے کم از کم میں تو مسیلمہ کا مجنوں بننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔

(حفارۃ الاسلام)

امۃ اللہ نسیم

ماہ رجب کی رسمیں

رجب کا مہینہ بعض حیثیتوں سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ اس مہینہ کی ۲۷ تاریخ کو شب میں ہمارے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج نصیب ہوئی اور مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ ہوتے ہوئے آسمانوں کی سیر کی۔ خود قرآن شریف میں آیا ہے:-

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ (ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ دکھائیں اس کو اپنی نشانیاں بیشک وہ ذات سننے والی دیکھنے والی ہے۔

دوسری اہمیت یہ ہے کہ اسی ماہ میں دوران معراج میں مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی جو مسلمانوں کا اولین فرض ہے اور جس کے متعلق حضورؐ نے فرمایا

قرۃ عینی فی الصلوٰۃ — میری آنکھ کا سرور نماز میں ہے۔

اس لئے یہ مہینہ مسلمانوں کی ترقی و سعادت کا مہینہ ہے۔

لیکن بجائے اس کے کہ اس مہینہ میں اس یادگار کام کو نمونہ بنایا جاتا اور اپنی زندگی کا جائزہ لے کر بندگی و طاعت کی زندگی شروع کی جاتی۔ کئی ایسی رسمیں

ایجاد کرلی گئی ہیں جن کی قرآن وحدیث میں کوئی اصل نہیں ملتی بلکہ من گڑھت اور بے اصل باتیں مشہور ہوگئی ہیں۔

رسم ۱ ۲۷ رجب کو بہت سی جگہوں پر روزہ ضروری قرار دیا گیا ہے اور اس کو ہزاری روزہ کہا جاتا ہے اور یہ مشہور ہے کہ اس روزہ کا ثواب ایک ہزار روزوں کے برابر ہے۔ سبحان اللہ کتنی خلاف عقل بات ہے۔ رمضان کے روزے جن کی قرآن وحدیث سے فرضیت اور فضیلت ثابت ہے اور جن کے ترک پر بڑا عذاب، وہ تو چھوڑ دیے جاتے ہیں اور ان کی طرف کوئی توجہ نہیں اور ایک یہ روزہ جو قرآن وحدیث اور فقہ کی کتابوں سے ثابت نہیں اسکے اتنے فضائل!

رسم ۲ ۲۲ رجب کو کونڈوں کا رواج ہے، اور پھر کریلا اور نیم چڑھا، یہ کہ اس کی ایک خاص ترکیب ہے اور بڑا اہتمام کیا جاتا ہے، اس کے بغیر نہ فاتحہ صحیح سمجھا جاتا ہے نہ وہ کھانا متبرک ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت جعفر صادقؒ نے حکم دیا ہے۔ حالانکہ یہ رسم شیعوں کی ایجاد کردہ ہے جو رفتہ رفتہ سُنّیوں میں عورتوں کے ذریعہ پھیل گئی اور اب یہ حال ہوگیا ہے کہ اگر کوئی اس کے خلاف لب کشائی کرے تو وہ وہابی کہلانے لگتا ہے، عجب طرفہ تماشا ہے کہ اب قرآن وحدیث کی بات کہنا اور اس بات کو غلط بتانا جو اللہ ورسولؐ سے ثابت نہ ہو بلکہ بدعت وشرک ہو جس کی صاف صاف ممانعت آئی ہے لوگوں کی نگاہ میں گر جانے کے برابر ہے، یہ رسم ایسی ہے کہ بڑے بڑے امیر اور غریب اس میں مبتلا ہیں اور قرض لے کر اس کو انجام دیا جاتا ہے اور ایسی ایسی شرطیں لگا رکھی ہیں جو صاف طور پر شرک میں

آجاتی ہیں، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح راہ پر لگائے۔

رسم ۳ بعض جگہوں پر اس مہینہ میں خاص طریقہ سے روٹیاں پکائی جاتی ہیں اور ان کو تبارک کی روٹیاں کہتے ہیں۔ اور بہت خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ یہ رسم بھی اپنی ایجاد کردہ ہے، جس کی کوئی اصل قرآن وحدیث سے نہیں ملتی، یہ اور اس کی طرح اور بہت سی رسمیں مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے سلسلہ میں غلط قصے اور جھوٹی روایات سنائی جاتی ہیں بلکہ ان کے فضائل وثواب پر چھوٹی چھوٹی کتابیں شائع کی جاتی ہیں اور مسلمانوں میں پھیلائی جاتی ہیں جن کو پڑھ کر اور سُن کر کچے عقیدہ والی عورتیں اور مرد ان کو اپناتے ہیں اور اپنا پیسہ لگاتے ہیں۔

حالانکہ یہ مہینہ اس لحاظ سے بڑا مبارک ہے کہ اس میں دو عظیم الشان کام ہوئے ہیں، چاہیئے تو یہ تھا کہ تمام مسلمان مرد وعورت اس دن اپنے اعمال کا جائزہ لیتے اور نماز جیسی مقدس نعمت کو عملی طور پر اپناتے اور گزری ہوئی زندگی پر نادم ہوکر آنے والی زندگی کو اطاعت والی زندگی بناتے تاکہ معراج شریف کا حقیقی مقصد پورا ہوتا اور اس عظیم تحفہ اور گلدستہ سے اپنی زندگی کو رونق بخشتے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ساری اُمت مسلمہ کے لئے لائے تھے۔

اسلامی

جذبہ پیدا کرنے، دینی معلومات حاصل کرنے اور صحابہ کرامؓ کی جلیل القدر خدمات اور صحابیاتؓ کے زندہ اور سبق آموز کارناموں سے دل میں تڑپ اور روشنی پیدا کرنے کیلئے رضوان پڑھا کیجئے

رابعہ خاتون

سبق آموز خط

نور چشم راحت جان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے تم سب بخیریت ہو، کیا بتاؤں عرصہ سے تمھیں خط لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ تمھیں بھی توفیق نہ ہوئی کہ ایک خط لکھ بھیجتے۔ خیر، میرا تو حال یہ ہوگیا ہے کہ ذرا سا چلی پھری، تھک گئی، ذرا سا کام کیا تکان ہوگیا، کچھ دیر سیاپڑ دیا سر بھاری ہوگیا، روز کا نزلہ زکام، کوئی نہ کوئی عارضہ لگا ہی رہتا ہے، بہرکیف، اس وقت خط لکھنے کا جو تقاضہ ہوا اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ تم بجائے اچھی عادتوں کے، بری خصلتوں کو اپناتے جارہے ہو، دل سن کر بے قرار ہوگیا اور سارا کام چھوڑ کر تمھیں خط لکھنے بیٹھ گئی کہ شاید تم کچھ نصیحت حاصل کرو، اور فائدہ اٹھاؤ۔

معلوم ہوا ہے کہ ہوٹلوں میں بہت بیٹھنے لگے ہو اور کم پڑھ، جہلا، اور لا ابالی لڑکوں کے ساتھ زیادہ رہنے لگے ہو، مجھے تم سے ایسی کبھی امید نہ تھی۔ میں نے ابھی چند مہینے قبل بارہا لوگوں کو تمھاری تعریف کرتے سنا کوئی نیک کہتا، کوئی محنتی کہتا، کوئی متواضع کہتا، کوئی سخی کہتا، لیکن آج تمھارا یہ حال ہوگیا ہے کہ لوگ تمھیں برے نام سے یاد کرتے ہیں، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم اب پڑھنے میں بالکل جی نہیں لگاتے، نہ جانے کیا کرتے رہتے ہو، کتنے افسوس کی بات ہے، یاد رکھو عمر گھٹتی ہے بڑھتی نہیں، تمھارے ماں و باپ تو

مصیبتیں جھیل جھیل کر تمھارا سارا خرچ برداشت کریں اور تم اس طرح آوارہ گردی میں وقت کاٹ دو۔ تم یہ نہیں سمجھتے کہ اگر تم امتحان میں فیل ہوجاؤ گے تو تم کو لوگ کتنا ذلیل سمجھیں گے، کیا تمھیں اپنی ذلت کا بالکل خیال نہیں، اب تو تم ماشاء اللہ کافی بڑے ہوگئے ہو، خود اچھا برا سمجھو، اپنے گرد و پیش کو دیکھو، نہ جانے کتنے ایسے لڑکے ..... ملیں گے جو ٹیوشن کرکے پڑھتے ہیں، اپنا کام الگ چلاتے ہیں اور والدین کی علیحدہ خدمت کرتے ہیں۔

میں سمجھ رہی تھی کہ تم آج کل دن رات پڑھنے میں لگے ہوگے تاکہ امتحان میں اول آؤ، مگر افسوس کہ تم وقت ضائع کرنے پر تلے ہوئے ہو، خیر جو کچھ ہوا ہوا، اب بھی اپنی حماقتوں سے باز آجاؤ۔ ہوٹل کی سیر چھوڑ دو، بروں کی صحبت سے بچو، جاہلوں، اچکوں اور اوباشوں کے پاس قطعی مت بیٹھو، اچھوں سے ملو اور صالحین کی صحبت اختیار کرو۔

نماز کے پابند بنو، کسی وقت کی قضا نہ ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسی سے تعلق پیدا کرو، اس کی جناب میں حاضر ہوکر دعا کرو، وہی کارساز ہے، وہی صرف فضل کرنے والا ہے۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے بزرگوں کی کتابیں مطالعہ میں رکھو، تمھارے پاس نہ ہوں تو کسی سے مستعار لے کر پڑھو، لائبریری جاؤ اور وہاں بیٹھ کر اخلاقی کتابیں پڑھو، دین کی واقفیت کے بغیر انسان انسان نہیں ہوتا۔

رہا مسئلہ دنیاوی تعلیم کا۔ تو اگرچہ وہ ضمنی شے ہے مگر پھر بھی ایک طالب علم کو غافل نہیں رہنا چاہیئے، جدوجہد جاری رکھو اور سائنس میں زیادہ محنت کرو، آج کل اس علم کی بہت قدر ہے اور کوشش یہ کرو کہ اول آؤ

تاکہ آئندہ وظیفہ مل سکے اور تم اپنے والدین پر بار نہ ہو۔

کسی محنتی اور دیندار طالب علم کے ساتھ تکرار کیا کرو تاکہ یاد کرنے میں سہولت ہو۔ مٹھائی کھٹائی کی عادت چھوڑ دو۔ بجائے اس کے بادام لے آؤ اور وہ رات میں کھالیا کرو، اس سے دماغ کو تقویت پہونچے گی۔

میں تم سے پھر کہتی ہوں کہ شیطان سے بچنے کی کوشش کرو۔ شیطان انسان کی ہر وقت گھات میں رہتا ہے، بُری عادتوں کی طرف رغبت دلاتا ہے اور اچھی باتوں سے روکتا ہے، قدم سنبھال سنبھال کر رکھو، بظاہر یہ راستہ دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن اگر تم متقی و پرہیزگار لوگوں کی صحبت میں بیٹھتے رہو گے تو یہ کام آسان ہو جائے گا۔

دیکھو! اس تھوڑی نصیحت کو بہت جانو اور اس پر عمل کرو، اللہ تعالیٰ تمھاری مدد فرمائے۔

تمھاری نانی .....

حُسنِ معاشرت

از: محترمہ خیر النساء صاحبہ بہیر

اس رسالہ میں میکہ اور سسرال میں رہنے سہنے کے طریقے، اور والدین، اعزا، چھوٹوں، بڑوں، اپنوں اور غیروں کے ساتھ حُسن سلوک اور اُمور خانہ داری کے عملی اُصول سمجھائے گئے ہیں، یہ کتاب حسب ذیل ابواب پر مشتمل ہے (۱) میکہ (۲) سسرال (۳) خانہ داری اور اس کے طریقے (۴) تربیت اولاد (۵) چھوٹے بچوں کا علاج (۶) مہمان کی خاطر مدارات (۷) چند پند (۸) دُعا (۹) معمولات۔ نیز ان باتوں کے تحت بہت سی بغلی سُرخیاں ہیں، صفحات ۸۰، مائٹل رنگین ـــــ قیمت دس آنے

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ اسلام، ۳۷۔ گوئن روڈ۔ لکھنؤ

(ادارہ)

خبریں اور جائزے

انڈونیشیا میں مذہبی تعلیم | انڈونیشی وزیر برائے امور مذہبی مسٹر عبدالواحد عبدالوہاب نے کہا کہ:۔

"وزارت دینیات انڈونیشیا کی نیشنل کونسل کی ان قراردادوں کی سختی سے پابندی کر رہی ہے جن میں انڈونیشی عوام کے اندر مذہبی روح پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ وزیر دینیات نے انکشاف کیا کہ وزارت نے ملک کی تمام تعلیم گاہوں کے نصاب میں مذہبی عنصر کا معقول اضافہ منظور کیا ہے تاکہ مذکورہ بالا مقصد پورا ہو سکے۔

وزیر دینیات نے سوریوں شہر کی چکوامیند یونیورسٹی کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے یہ باتیں کہیں" (قومی آواز، لکھنؤ)

انڈونیشیا ایک خالص مسلمان ملک ہے۔ اس ملک میں اس طرح کا قانون کوئی حیرت انگیز نہیں، یہ ایک مسلمان ملک کے لئے اولین فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ایک مسلمان اسلام کا وفادار نہ ہوگا تو اور کون ہوگا لیکن چونکہ انڈونیشیا کے حکمرانوں کا رویہ اسلام کے سلسلہ میں بہت غلط رہا ہے خصوصاً صدر سوکارنو کی قیادت میں یہ ملک لادینیت کی طرف تیزی سے جا رہا ہے، ایسے تاریکی کے دور میں یہ اقدام روشنی کا مینار معلوم ہوتا ہے، اگر اس کو عملی جامہ پہنا دیا گیا تو کچھ بعید نہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت کا یہ ملک اسلام کا وفادار بن جائے۔

نسیم اختر | اسی پاکستان سے جہاں انگریزی اخبارات میں "مہذب خواتین کے

ایسے خطوط برابر شائع ہوتے رہتے ہیں کہ پاکستان کی خواتین کا قومی لباس اسکرٹ (سایہ) ہونا چاہیئے، کیونکہ یہ ترقی یافتہ اور جسم کے لئے مناسب لباس ہے، ایک خبر یہ بھی آئی ہے کہ لاہور میں اکیس ۲۱ سالہ لڑکی نسیم اختر نے موت پسند کی مگر بے پردگی گوارا نہ کی، موچی دروازہ میں معراج دین صاحب کی لڑکی نسیم اختر کو اس کے بھائی نے جلتے گھر سے نکلنے کا حکم دیا، مگر اس کے پاس دوپٹہ نہ تھا، وہ دوپٹہ لینے کمرہ میں گئی اور پھر کھلی گلی میں کودنا اس نے پسند نہیں کیا بلکہ بغل کے گھر میں اپنی سہیلی کے یہاں کود گئی، گھر خود جل رہا تھا، اس کے وہاں کودنے کے بعد گھر گر گیا۔ اور وہ بھڑکتی آگ میں دب کر جاں بحق ہو گئی۔" (سیاست جدید)

اس دردناک واقعہ کو پڑھ کر ہر درد بھرا دل رو پڑے گا، یقیناً نسیم اختر پر حیا و غیرت کا اتنا اثر تھا کہ وہ جان بچا نہ سکی اور شرم و حیا سے اتنی مغلوب ہو گئی کہ ذرا سی دیر کے لئے بھی جس کے لئے شریعت نے گنجائش رکھی ہے ..... بلکہ ایسے خطرناک موقع پر جان بچانا ضروری قرار دیا ہے، وہ بے پردگی اختیار نہ کر سکی اور آگ میں جل گئی۔ اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں جگہ دے اور اس کی غلطیوں کو درگزر کرے۔ اور والدین اور سرپرستوں کو شرعی پردہ کی تاکید و تلقین کی توفیق نصیب کرے۔

یہ واقعہ ایسے ملک میں پیش آیا۔ جہاں ثقافت اور آزادی نسواں کے نام پر بے حیائی کے کریہہ مناظر پیش کئے جا رہے ہیں اور وہ مسلمان ملک تیزی کے ساتھ بے پردگی کو قبول کرتا جا رہا ہے۔

محفل رقص میں

ہمارا افسوس اس وقت اور بڑھ جاتا ہے جب کہ پاکستان ہی کے ایک اخبار میں صدر ایوب کے انڈونیشیا کے دورہ کے سلسلہ میں

دو تصویروں پر نظر پڑتی ہے، ایک تصویر یہ ہے کہ رقص کی محفل گرم ہے، ایک عورت رقص کر رہی ہے اور ایک بڑا مجمع محو نظارہ ہے۔ اس تصویر کے نیچے لکھا ہے۔

"جکارتا کی ایک دعوت میں صدر ایوب اور صدر سورکارنو ایک انڈونیشی رقص دیکھ رہے ہیں"۔ (جنگ کراچی)

اسی لائن میں دوسری تصویر ہے جس کے نیچے یہ تحریر ہے:۔

"جزائر بالی میں استقبالیہ رقص میں حصہ لینے والی لڑکیوں پر صدر ایوب پھول برسا رہے ہیں"۔ (جنگ کراچی)

مثل مشہور ہے "الناس علی دین ملوکھم" (عوام اپنے بادشاہوں اور سربراہوں کے طریقے اپناتے ہیں) صدر ایوب اپنے حالیہ تمام دوروں میں اسلام کا نام بڑے زور و شور سے لیتے رہے ہیں اور بڑے بڑے لادینی حکمرانوں کے سامنے جرأت مندانہ طور پر اسلام کی دعوت پیش کرتے رہے ہیں جس سے ہر اُس آدمی کو جو اسلام پر جان چھڑکتا ہے خوشی ہوتی تھی۔ ان تصویروں کے دیکھنے کے بعد دل پر یاس طاری ہو جاتا ہے اور دل پکار اُٹھتا ہے اے کاش یہ نہ ہوتا، افسوس ہے کہ مسلمان خواہ حکمران ہوں یا رعیت، اسلام کی حرام کی ہوئی چیزوں میں مبتلا ہو کر اپنے کو اور خود اسلام کو بدنام کرتے ہیں، ایک ہی ملک میں یہ دو واقعے افراط و تفریط کی واضح مثال پیش کرتے ہیں۔

مسلم یونیورسٹی کے کلچرل پروگرام

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں کلچرل دلچسپیوں، مثلاً ڈرامہ، موسیقی، فوٹوگرافی، اور مصوری کا سلسلہ کم و بیش یونی ورسٹی کے آغاز سے جاری ہے اور مسلم یونی ورسٹی میں ان مشاغل کو سنجیدگی اور ذمہ داری سے چلایا جاتا ہے، اور یہ صرف ان طلباء کیلئے ہے

جو ان سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ البتہ رقص کو جو حصہ سے کلچرل پروگراموں میں جگہ پارہا تھا، گزشتہ سال سے بند کر دیا گیا ہے"۔ (قومی آواز)

ایک مسلمان ادارہ کے لئے رقص و سرود اور موسیقی ایک بدنما داغ ہے جو ہرگز برداشت نہ کرنا چاہیئے، اگر یہ خبر صحیح ہے تو خوشی کی بات ہے کہ ایک قدم تو آگے بڑھایا گیا اور رقص کو (جو انتہائی گھناؤنا فعل ہے) بند کر دیا گیا۔ خدا کرے آگے اور قدم بڑھایا جائے، دین پسند حلقوں پر اس کی بڑی ذمہ داری ہے۔

شربت

کثیر قوت

اس شربت میں وہ ضروری معدنیات اور وٹامن پوری مقدار میں موجود ہیں جن سے انسان بنا ہوا ہے اور جن کی کمی سے صحت خراب ہو جاتی ہے اس لئے اگر کسی بیماری یا موسم کے شدائد یا موت کا واہمہ یا افکار کی وجہ سے آدمی کمزور ہو جائے اور دل و دماغ پورا کام نہ کر سکتے ہوں، ہاتھ پیروں سے سکت جاتی رہے تو اسکے استعمال سے یہ کمزوریاں رفع ہو جائیں گی۔ اگر بچہ بڑھ نہ رہا ہو لاغری پیدا ہو جائے، دانت ۶ ماہ کی عمر ہونے پر نکلنا شروع ہوں تو اس شربت کے استعمال سے بچہ کی بھوک بڑھے گی پھر لاغری رفع ہو گی، دانت آسانی نکلیں گے اور قد بڑھے گا۔

بڑوں کے لئے خوراک :- ایک ایک چائے کا چمچہ صبح، دوپہر، شام بعد غذا۔

بچوں کے لئے خوراک :- پندرہ بوند سے بیس بوند تک صبح، شام یا صبح دوپہر شام دودھ کے بعد پئیں

حسنی فارمیسی ۳۷ گوئن روڈ۔ لکھنؤ

خ۔ ر۔ ن

ذائقہ

چنے اور انڈوں کا حلوا:- دال چنے کی تین پاؤ، گھی تین پاؤ، شکر سفید تین پاؤ۔ انڈے ۲۰ عدد۔ اول چنے کی دال کو جوش دیکر باریک پیس لو، اور انڈوں کو بھی جوش دیکر سفیدی نکال دو اور زردیوں کو کھرل میں پیس لو، پھر گھی کو آگ پر کڑکڑا لو اور چنے کی دال ڈال کر برابر چلاتی رہو تاکہ پھٹکیاں نہ پڑنے پائیں جب چنے کی خوشبو بدل جائے اور گھی چھوڑنے لگے تو اُتار لو، اس کے بعد زردوں کو گھی میں ہلکا بھون لو، پھر دونوں کو ملا دو، ملانے سے پہلے پھٹکیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں، اگر ہوں تو تھوڑی سی شکر ڈال کر چلاؤ، جب پھٹکیاں مٹ جائیں اور سب شکر پڑ جائے تو دھیمی آنچ پر رکھ کر چلاتی۔ ہو اور کچھ دیر چلانا بند بھی کر دو، پھر اُتار کر تھوڑا سا عرق کیوڑہ ڈال کر بند کر دو، دو منٹ کے بعد کسی برتن میں رکھ لو۔ جب جم جائے تو ٹکڑے کاٹ کر کام میں لاؤ۔

مونگ کا حلوہ :-

سوا سیر مونگ کی دال، اچھی دُھلی ہو کہ چھوٹے مونگ نہ رہ جائیں۔ اس کو بھگو کر بھوسی نکال ڈالو اور خوب صاف کر کے، دال دُھلنے سے ایک سیر رہ جائے گی، اُسے دو سیر دودھ میں جوش کرو، جب بالکل گل جائے، پیس کر ایک سیر گھی میں بھونو، جب گھی الگ ہو جائے خوشبو دینے لگے، ایک سیر شکر ڈال کر کچھ دیر چلاتی رہو، پھر اُتار کر طشت میں جما دو، جمنے کے بعد ٹکڑے کاٹ لو، اگر ممکن ہو خوشبو اور میوہ بھی شریک کر لو۔